© rasailojaraid.com

تحریکِ آزادیٔ نسواں

چند ایک حقائق

حافظ محمد عرفان۔ عارف والا

8مارچ کو ہر سال عالمی سطح پر خواتین کا دن منایا جاتا ہے۔تحریکِ آزادی نسواں کی علمبردار خواتین بے حد جوش وخروش سے جلسے جلوس کا اہتمام کرتی ہیں۔اس روز ہمارے ذرائع ابلاغ بھی اس تحریک کیلئے اپنا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اس دین کے نام پہ حاصل کی جانیوالی سلطنت جمہوریہ پاکستان میں نسوانی حقوق کے علمبردار اد۔این۔جی۔اوز کانیٹ ورک اس دن کو خاص طور پر عورتوں کی نام نہاد تحریک آزادی نسواں سے موسوم کرتے ہوئے مناتا ہے۔مگر افسوس صد افسوس کہ ہمارے ذرائع ابلاغ بھی یورپین ذہنیت رکھنے کا بھرپور کردار ادا کرتے ہیں اور میڈیا کی سکھائی پڑھائی اس تحریک کی مبلغات کی پر جوش تقریری پیش کرنے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیتا ہے اور اگر اس نام نہاد تحریک کی حقیقت کو واضح نہ کیا جائے اور اسکے بنیادی عوامل واسباب پر روشنی نہ ڈالی جائے تو یہ مسلم معاشرہ کی بچی کھچی ساخ کو بھی بالکل تباہ و برباد کر کے رکھ دے، ہم ان شاء اللہ قارئین کو اسکی حقیقت اور اصل روپ دکھانے کی بھرپور کوشش کرینگے۔

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کیطرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس تحریک کے پس پردہ نفرت کا ایک سیلاب موجود ہوتا ہے ہر تحریک کا سبب نفرت بنتی ہے۔ماضی میں جو بھی تحریک اٹھی خواہ وہ سیکولرازم ہو ،سوشلزم ہو،انکی بنیاد نفرت کے جذبات پر ہی رکھی گئی۔وہ کسی ایک مبینہ ظالم کی نشاندہی کرنیکے بعد اس کے خلاف تحریک چلانے کا عزم کر لیتے ہیں۔

یورپ کے نسل پرستوں (Racists) کی رائے میں یہودی بطور قوم انکی معاشی پریشانیوں کا اصل سبب تھے اسلئے انہوں نے یہود کشی کو اپنے مسائل کا حل سمجھا۔

بقول فرڈ ینینڈ لنڈ برگ عورت پسند لوگوں (Feminists) کے نزدیک تقریباً نصف انسانی نسل یعنی مرد ہی ظالم ہیں چنانچہ وہ انکے ”مظالم“ سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے انکے خلاف سرگرم ہو گئیں۔

میری وولٹسن کرافٹ کو اس تحریک کا بانی سمجھا جاتا ہے۔اس نے "Vindication of the right of women" کے نام سے کتاب لکھ کر بھرپور استدلال کے ساتھ عورتیں مردوں کے مشابہہ ہوتی ہیں اسلئے انہیں بھی انکے مساوی حقوق ملنے چاہئیں جو کہ وولٹسن کی ایک احمقانہ سوچ تھی۔اگر عورت کے فرائض کو سامنے رکھا جائے تو یہ ایک گھر کے چراغ، جو پوری فیملی کو اپنی شمع مودت ورحمت سے روشن کرتا ہے کی مانند ہے اور یہ گھر ہی اس کا اصلی مقام ہے مگر آج کی عورت میں مغربیت اس قدر رچ اور بس چکی ہے کہ اسے گھر کی بجائے کسی نہ کسی محفل کی زینت بننے کا شوق ہے، گھر سے باہر کی زندگی اسے نہایت پرکشش لگی ہے جو دورِ حاضر کی ان عقل کی اندھیوں کی خام خیالی ہے۔

ماضی میں ان تحریکوں کی باگ دوڑ جن ہاتھوں میں تھی ان کا مقصد صرف اور صرف جنس پرستی کی آزادی اور مرد کی غلامی سے نجات تھا اور بالکل اسی طرح خاندان کی تباہی اور شادی کے نظام کا خاتمہ ان تحریکوں کے بنیادی اھداف میں شامل رہا ہے۔میری وولٹسن کرافٹ سے لیکر آج تک کے اس نام نہاد تحریک کے علمبردار لوگ خاندان کو اپنی جارحیت کا نشانہ بناتے رہے کیونکہ انکے باہمی جنسی اختلاط اور شادی سے چھٹکارے کی راہ میں خاندان ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

ہم ذیل میں خالص مغربی ذہنیت کی حامل تحریک نسواں کی پرجوش مبلغات کے خیالات کا تذکرہ کرینگے۔امید ہے کہ قارئین کو اس تحریک کا اصل روپ اور بنیادی ہدف سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

1۔ میری وولٹسن کرافٹ کے بعد جس خاتون نے ایڑھی چوٹی کے زور سے اس تحریک کو مزید آگے بڑھایا اس کا شادی کے متعلق یہ خیال تھا۔

”مجھے ذرہ برابر شک نہیں جب نوع انسانی عقل کیطرف ترقی کرے گی تو شادی کا سلسلہ ختم ہو جائے گا“

2۔ انیسویں صدی میں مسز ابہی کے نام سے مشہور ایک خاتون جنکا اس تحریک میں کافی چرچا تھا۔اس نے مطالبہ کیا کہ عورتوں کو بھی سرکاری عہدوں پر فائز کیا جائے تاکہ وہ شادی کے جھنجھٹ اور معاشی تنگیوں سے آزادی حاصل کر سکیں۔

3۔ 1983ء میں ”عورت کا ارتقاء“ کے نام پر ایک کتاب لکھی گئی اس میں ساری بحث کا نچوڑ کچھ یوں ہے کہ ”شادی نے عورت کو جنسی غلام بنا دیا ہے“

4۔ چارلٹ میگمن کا قول ہے کہ ”عورت اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرد کے درمیان شادی کے بغیر جنسی تعلقات کو ہم بدکرداری نہیں سمجھتے"

5۔ ڈبلیو آئی جارج کے مطابق "تحریک نسواں کا اصل مقصد شادی کو ختم کرنا اور آزاد جنسی تعلقات کا قیام ہے"

6۔ مسز سلیسا برلے نے تو اس تحریک کے مقصد کو بیان کرنے میں کمال ہی کر دیا وہ کچھ یوں گویا ہے" میں غیر شادی شدہ اکیلی عورت کو قابل عزت سمجھتی ہوں اور وہ وقت دور نہیں جب شادی شدہ خاتون سے اکیلی رہنے والی خاتون کا زیادہ احترام کیا جائیگا"

تحریک نسواں کی فکری دیگ کے یہ محض چند چاول ہیں جن سے نتیجہ اخذ کرنا بالکل مشکل نہیں کہ اس تحریک کا مقصد محض جنسی آوارگی اور شادی جسے اسلام نے عفت و پاکدامنی کے نظام سے تعبیر کیا ہے، سے نجات حاصل کرنا ہے جس کا مزید اندازہ آپ تحریک آزادی نسواں کے اس یورپین نعرے سے لگا سکتے ہیں

"Feminism is the theory,

Lesbianism is the practice "

ترجمہ: تحریک نسواں ایک نظریہ ہے اور ہم جنس پرستی عملی صورت ہے۔

یورپی معاشرہ جنسی ہوسناکی کی ایک مکروہ تجربہ گاہ کیصورت اختیار کر چکا ہے۔ نسوانی آبرو اور شرم و حیا کا وہاں تصور ہی نہیں۔ حرامی بچوں کا تناسب بڑھ رہا ہے۔ اور وہاں کے لوگ بے راہروی اور بے اعتدالی کے شکار اور نفسیاتی مریض بن چکے ہیں اور بے شمار بے نکاحی مائیں ویلفیئر کے ٹکڑوں پر پل رہی ہیں۔

مگر افسوس کہ ہمارے حکمران بھی مغربیت کے رنگ میں پوری طرح رنگے جا چکے ہیں اور اپنی اسلامی ماؤں اور بہنوں کو نیکر پہن کر مردوں کے ساتھ میراتھن ریس میں حصہ لینے کو روشن خیالی اور عورتوں کا حق سمجھتے ہیں اور تحریک نسواں کیلئے خاص طور پر جلسے جلوس کا اہتمام کرتے ہوئے انکی بھرپور حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ اور ان کا "روشن خیال" یہی کہتا ہے کہ عورت سرعام بے پردہ ہو کر آفسز میں، بینکر میں اور فیکٹریز میں، غرضیکہ ہر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ مصروف کار رہیں۔ اور نیا قدم کہ گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کو نہ صرف تحفظ فراہم کیا جائیگا بلکہ اسے اسکی مرضی کیساتھ جس مرد کے ساتھ چاہے گی اسی کے ساتھ ہی بھیجا جائیگا۔ ایک نئے قانون کے طور پر اس اسلامی سلطنت میں رائج ہوا ہے۔

حکمران اس بات کو خوب ذہن نشین کر لیں کہ اگر وہ مغربی ماحول کو مسلمات ماؤں، بہنوں میں رائج کرنا چاہیں گے تو نہ صرف یہ اس آزادی کیصورت میں دنیا ہی میں انکے حلق کا کانٹا بنیں گیں بلکہ آخرت میں بھی انکے خلاف صدا بلند کریں گی کہ اے خدائے ذوالجلال اس "روشن خیالی" کو ہمارے اندر رائج کرنے والے قصور وار یہی فراعین ہیں اور اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

"ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لھم عذاب الیم"

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں فحاشی پھیلے انکے لئے دردناک عذاب ہے۔

ہماری حکمرانوں سے التماس ہے کہ "سنبھل جاؤ سنبھل جانے کا وقت آیا" اگر آج بھی انہوں نے ہوش کے ناخن نہ لئے تو مغربی اقوام کی طرح ہم بھی ذلت و رسوائی کی گہری کھائی میں جا گریں گے۔

یہاں بھی کتنی ہی عورتوں کی عصمت دری ہو گی اور انکی عزتوں کو بر سر بازار تار تار کیا جائیگا۔ اور اس اسلامی ملک میں کتنے ہی صائمہ ارشد کیس اخبارات کی زینت بنیں گے۔

اسلام ہی عورت کی عفت و پاکدامنی کے سلسلہ میں ایک بہترین نظریہ اور نظام رکھتا ہے اس نے ہمیں اس صنف نازک کے متعلق افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اعتدال کی راہ دکھائی ہے۔ اسلام ان پر ایسی قیود بالکل لاگو نہیں کرتا جو انسانی فطرت کے مخالف ہوں بلکہ یہ ایک محدود دائرہ کار میں رہ کر جہاں انکی عصمت محفوظ ہو، معاشرتی اور سماجی کاموں میں حصہ لے سکتی ہیں۔ قبل از اسلام عورت کو نحوست کے علاوہ کوئی اور رتبہ نہ ملا۔

دور جہالت میں حیض کی حالت میں انکے برتن تک الگ کر دیئے جاتے مرد کے مرنے کے ساتھ عورت کو بھی ساتھ ہی جلا دیا جاتا۔ مگر اسلام نے اس صنف نازک کو ایسا مقام عطا فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں آنیوالی تمام خواتین کو پاکیزہ اور مقدس لقب "ام المومنین" عطا ہوا۔ اور کبھی یہ عورت بیٹی کی صورت میں رحمت ٹھہری اور کبھی اس عورت کو ماں اور بہن کے روپ میں قابل احترام کہا گیا۔

آج بھی اگر اسلامی قوانین کو مدنظر رکھا جائے تو عورت معاشرے کی بہتری میں اپنا اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

وما علینا الا البلغ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com